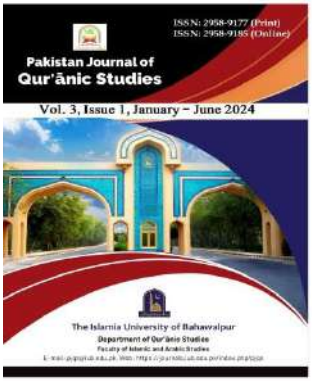

Pakistan Journal of Qur'ānic Studies

ISSN Print: 2958-9177, ISSN Online: 2958-9185
Vol. 3, Issue 1, January – June 2024, Page no. 33-46
HEC: https://hjrs.hec.gov.pk/index.php?r=site%2Fresult&id=1089226#journal_result
Journal homepage: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs
Issue: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/issue/view/169
Link:https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/article/view/2948
DOI: https://doi.org/10.52461/pjqs.v3i1. 2948
Publisher: Department of Qur'ānic Studies, the Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

---

Title An Analytical Study of Quranic Methodology of Istid'lal

Author (s):

Dr. Muhammad Umar Farooq
Assistant Professor, Department of Islamic Thought and Culture, NUML, Islamabad.

Dr. Abdul Rehman
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Sialkot.

Received on: 25 April, 2024
Accepted on: 15 June, 2024
Published on: 30 June, 2024

Citation: Dr. Muhammad Umar Farooq, and Dr. Abdul Rehman. 2024. "An Analytical Study Of: Quranic Methodology of Istid'lal". *Pakistan Journal of Qur'ānic Studies* 3 (1): 33-46. https://doi.org/10.52461/pjqs.v3i1.2948.

Publisher: The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan.

All Rights Reserved © 2024 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

قرآن کریم کے مناہج استدلال کا تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of: Quranic Methodology of *Istid'lal*

Dr. Muhammad Umar Farooq
Assistant Professor, Department of Islamic Thought and Culture, NUML, Islamabad. Email: muhammad.umar@numl.edu.pk

Dr. Abdul Rehman
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Sialkot. Email: abdulrehman.is@uskt.edu.pk

Abstract
When a person talks, he also establishes an argument against his claimant in that conversation, and the claim is accepted biassed on high and admissible basis of the argument. He does not have a solid argument, and an argument is a reason that ensures the truth or falsity of a statement or position, and the defendant's affirmation depends on the argument.
The subject of the Holy Qur'an is man and the way a man talks in his normal life and then the styles and methods he adopts in his conversation. Holy Qur'an also adopts the same style to convey its message and talks in the style of speech adopted by man. For this reason, the Holy Qur'an adopted other methods and styles such as warnings, similes, descriptions, summaries, explanations and ironies. One of the methods of human conversation is to present one's claim with an argument. Therefore, presenting the claim with an argument is one of the most important methods in the Qur'anic styles and methods. In what ways and methods has he presented arguments against his plaintiff? So focused in this acritical to present qur'anic methodology of Istid'lal.

Keywords: *Methodology, Isdit'lal, Daleel, Scientific Istid'lal, Sociological Istid'lal, Experimental Istid'lal.*

تمہید:

انسان جب گفتگو کرتا ہے تو اس گفتگو میں اپنے مدعیٰ پر دلیل بھی قائم کرتا ہے اور مدعیٰ کو دلیل کے اعلیٰ اور قابل تسلیم ہونے کی بنیاد پر قبول کیا جاتا ہے، ایک عام انسان دوسرے سے اپنی بات اس وقت تک نہیں منوا سکتا جب تک اس کے پاس ٹھوس دلیل نہ ہو، اور دلیل ایسے سبب کو کہتے ہیں جو کسی بات یا موقف کے صحیح یا غلط ہونے کا یقین دلاتی ہے اور مدعیٰ کا اثبات دلیل پر منحصر ہوتا ہے۔

Article Link: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/article/view/2948

قرآن کریم کا موضوع انسان ہے اور انسان اپنی عام زندگی میں جس طرح گفتگو کرتا ہے اور پھر اس گفتگو میں جن اسالیب اور مناہج کو اختیار کرتا ہے تو قرآن کریم نے بھی اپنا پیغام پہنچانے کے لیے ان ہی اسالیب اور انداز کو اختیار کیا اور انسان سے انسان ہی کے اختیار کردہ طرز تکلم میں بات کی۔ اسی وجہ سے قرآن کریم نے انذار، تبشیر، تمثیل، تفصیل، اختصار، وضاحت اور کنایہ جیسے دیگر مناہج اور اسالیب کو اختیار کیا۔ انسانی گفتگو کے مناہج میں سے ایک "دلیل کے ساتھ اپنے مدعیٰ کو پیش کرنا ہے" چنانچہ قرآنی اسلوب ومناہج میں مدعیٰ کو دلیل کے ساتھ پیش کرنا ایک اہم ترین اسلوب ہے اور یہ اسلوب قابل تحقیق ہے تاکہ ہمیں یہ پتہ چل سکے کہ قرآن کریم نے اپنے مدعیٰ پر دلیل کن کن اسالیب ومناہج میں پیش کی ہے۔

استدلال کا معنی ومفہوم:

استدلال در اصل باب استفعال سے ہے اور اس کا اصل مادہ "د ل ل" ہے جو تین حروف "دال، اور دو لام" سے مرکب ہے، اور اسی مادہ سے لفظ "دلیل" جو باب تفعیل سے ہے۔ دلیل کا لفظ قرآن کریم میں بھی استعمال ہوا ہے چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلً"[1] اور عربی میں دلیل کی تعریف ہے: "ما يمكن التوصل بصحيح النظر فيه إلى حكم"[2] جس کے ذریعے صحیح نظر کے ساتھ حکم تک پہنچنا ممکن ہو اسے دلیل کہتے ہیں اور علامہ ابن منظور دلیل کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ما دلّ على الطريق"[3] در اصل اہل عرب سفر کے دوران جو چیز راستہ کی پہچان میں رہنمائی کرتی تھی اس کو دلیل کہتے تھے، اسی وجہ سے مفتی شفیع رحمہ اللہ نے اللہ تعالی کے ارشاد "ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلً" کا ترجمہ یوں کیا ہے: پھر ہم نے مقرر کیا سورج کو راہ بتلانے والا۔ اور اس آیت کا مفہوم خلاصۂ تفسیر یوں لکھا ہے: اللہ تعالی نے دنیا میں پیدا ہونے والی چیزوں کے لیے کچھ ظاہری اسباب بنادیئے ہیں اور اسباب کے ساتھ ان کے مسببات کا ایسا رابطہ قائم کر دیا کہ سبب کے تغیر سے مسبب میں تغیر ہوتا ہے[4]، یہی وجہ ہے کہ "سبب" کو بھی دلیل کہتے ہیں۔ اور سید ابو الاعلی مودودی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے تفہیم القرآن میں لکھتے ہیں:

"ملاّحوں کی اصطلاح میں دلیل اس شخص کو کہتے ہیں جو کشتیوں کو راستہ بتاتا ہوا چلے۔"[5]

---

[1]- سورۃ الفرقان 45:25

[2]- ابن منظور، محمد جمال الدین، **لسان العرب**، (بیروت: دار صادر، 1414ھ)، مادہ: دلل، 425:3۔

[3]- حوالہ سابقہ، 425:3

[4]- محمد شفیع، مفتی، **معارف القرآن** (کراچی: ادارہ معارف القرآن، 2003ء)، 476:5۔

[5]- مودودی، سید ابو الاعلی، **تفہیم القرآن**، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 2020ء)، 454:3۔

اس اعتبار سے مدعٰی کے لیے دلیل کو پیش کرنے کا مطلب ہو گا کہ جو چیز مدعٰی کے اثبات میں مدد کرے یا مدعٰی کا اثبات جس پر منحصر ہو اس کو "دلیل" کہتے ہیں اور دلیل کبھی نظریاتی ہوتی ہے جس کو دلیل عقلی بھی کہتے ہیں اور کبھی عملی مشاہدے سے بھی دلیل قائم کی جاتی ہے دلیل قائم کرنے کے عمل اور طریقے کو "استدلال" کہتے ہیں جس کی تعریف فقہاء نے یوں کی ہے:"إقامة الدليل على صحة الدعوى "دعوی کی صحت پر دلیل قائم کرنا۔[6]

قرآنی طرز استدلال کی افادیت:

قرآن حکیم نے اپنے مدعی پر جو دلائل قائم کیے ہیں ان میں طرز استدلال بدیہی ہے یعنی قرآن کریم نے اپنے دلائل کی بنیاد مسلمات، بدیہیات اور فطرت کے حقائق پر رکھی ہے، قرآن کریم متکلمین اور فلاسفہ کے طرز استدلال یا مناظرانہ بحث ومباحثہ کو بلکل پسند نہیں کرتا تاکہ قرآن کریم کے بیان کردہ دلائل ہر ایک کے لیے عام فہم ہوں، کیونکہ دلائل پیش کرنے میں قرآن کریم کا مقصد سامع کو مناظرانہ طریقے سے دلائل دے کر خاموش کرانا یا مناظرہ جیتنا نہیں بلکہ مسلمات کی بنیاد پر حقائق واضح کرنا مقصد ہے تاکہ باشعور اور سلیم الفطرت شخص جس کے نزدیک بدیہیات ایک مسلمہ حقیقت ہوتی ہیں وہ آسانی کے ساتھ اور ہمیشہ کے لیے حقیقی ہدایت ورشد حاصل کرلے چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد مبارک ہے: اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ

امام غزالی رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق کتاب احیاءعلوم الدین میں قرآنی طرز استدلال کی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "وحجج القرآن من الكلمات اللطيفة المؤثرة في القلوب، المقنعة للنفوس، دون التغلغل في التقسيمات والدقيقات التي لا يفهمها أكثر الناس، وإذا فهموها اعتقدوا أنها شعوذة وصناعة تعلمها صاحبها للتلبيس"[7]

اور قرآن کریم طرز استدلال ایسے لطیف کلمات کے ساتھ ہے جو دلوں پر اثر کرتے ہیں، نفس کو مطمئن کرتے ہیں، کسی ایسی ذیلی تقسیمات اور گہرائی کے اندر نہیں جاتے جس اکثر لوگ سمجھ نہیں رکھتے اور اگر اسے سمجھ بھی لیں تو وہ اس کو جادو اور ا(کلام کی ایسی)صنعت سمجھتا ہے جس کو صاحب کلام نے ظاہراً سمجھا ہو۔

اور علامہ فخر الدین رازی قرآنی طرز استدلال پر گفتگو کرتے ہوئے اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

---

[6]-واصل، ڈاکٹر نصر فرید، نظرية الدعوى والإثبات في الفقه الإسلامي، (قاہرہ: دار الشروق، 2002ء)، 13۔

[7]-غزالی، ابو حامد، محمد بن محمد، **احیاءعلوم الدین**، (کراچی: دار الاشاعت، 2009ء)، 1:205۔

"قرآن کریم کا انداز دلیل عوام الناس کے اذهان کے بہت قریب ہے اور ان کو بات سمجھانے کا موئثر ذریعہ ہے قرآنی دلائل کا مقصد بحث ومناظرہ نہیں بلکہ صحیح عقائد کو سمجھانا مقصد ہے اور اس مقصد کے لیے اس قسم کے دلائل زیادہ مضبوط اور موئثر ہوتے ہیں"۔[8]

قرآن کریم کے مناہج استدلالات کی خصوصیات:

یوں تو قرآن کریم کے مناہج استدلالات کی بے شمار خصوصیات ہیں جن میں سے چند اہم مندرجہ ذیل ہیں:

1. قرآن کریم اپنے طرز استدلال میں ہمیشہ بہتر سے بہتر دلیل پر اعتماد کرتے ہوئے اس کو پیش کرتا ہے جیسے ارشاد باری تعالی ہے:"وَ لَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰأُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ"۔[9] قصاص کے جواز پر بے شمار دلائل تھے لیکن ان دلائل میں سے سب سے بہتر دلیل یہی تھی کہ قصاص میں دوسرے لوگوں کی زندگی کی حفاظت کا ضامن ہے۔

2. قرآن کریم کے استدلال کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ قرآن کریم ایمانی دلیل پر اعتماد کرتا ہے جیسے ارشاد باری تعالی ہے:"أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ لَا يَسْتَوُونَ عِندَ اللَّهِ"[10]۔ مشرکین مکہ موسم حج میں حاجیوں کو زم زم پلانے اور مسجد حرام کی خدمت کو قابل احترام اور ہدایت کی دلیل مانتے تھے تو اللہ تعالی نے ان کی اس بات کو رد کرتے ہوئے ایمان سے استدلال کیا اور آیت کے آخر میں کہا کہ مسجد حرام کی خدمت کرنے والے اور اللہ پر ایمان رکھنے والے دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

3. قرآن کریم کے منہج استدلال کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ تقابلی طرز انداز سے دلائل کو پیش کرتا ہے جیسے ارشاد باری تعالی ہے:"أَفِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ أَمِ ٱرۡتَابُوٓاْ أَمۡ يَخَافُونَ أَن يَحِيفَ ٱللَّهُ عَلَيۡهِمۡ وَرَسُولُهُۥۚ بَلۡ أُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ"[11] جب کفار کو بلایا جاتا کہ اس معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول فیصلہ کریں گے تو وہ پیش ہونے سے اس لیے روگردانی کرتے کہ شاید اللہ اور اس کے رسول ان کے ساتھ زیادتی کرے گا، لیکن قرآن کریم نے ان کی اس رائے کو رد کرتے ہوئے تقابلی طرز استدلال سے یہ دلیل پیش کی کہ ان دلوں میں مرض ہے یا نبوت پر شک

---

[8]-رازی، فخر الدین بن ضیاء الدین عمر، **مفاتیح الغیب المعروف تفسیر کبیر**، (بیروت: دار الفکر للطباعۃ والنشر، 1981ء)، 2:96۔

[9]-سورۃ البقرۃ 2:179

[10]-سورۃ التوبۃ 9:19

[11]-سورۃ النور 24:50

کرتے ہیں یا پھر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے خلاف فیصلہ کر دیا جائے گا؟ لیکن حقیقت یہ ہے کہ فیصلہ حق کے ساتھ کیا جائے گا اور یہ حق پر نہیں ہیں۔[12]

4. قرآن کریم کے منہج استدلال کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ قرآن کریم چیلنج کے ساتھ دلیل پیش کرتا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:"وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ وَادۡعُوۡا شُهَدَآءَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ"[13] مشرکین مکہ اس بات کا انکار کرتے تھے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے اور رسول ﷺ اللہ کے نبی ہیں لہذا مشرکین مکہ کے اس انکار کو رد کرنے اور یہ ثابت کرنے کے لیے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اس آیت سے بطریق تحدی استدلال کیا اور کہا کہ اگر قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ نہیں ہے تو پھر تم اس کی مثل ایک سورت بنا کر لاؤ اور اس میں اپنے شرکاؤں کو بھی شامل کرلو۔[14]

اس کے علاوہ اور بھی بے شمار قرآن کریم کے مناہج استدلالات کی خصوصیات ہیں۔

قرآن کریم کے مناہج استدلالات:

قرآن کریم نے اپنے دعوی کے اثبات کے لیے جو دلائل قائم کیے ان دلائل میں مندرجہ ذیل تین طرح مناہج استدلال ہیں:

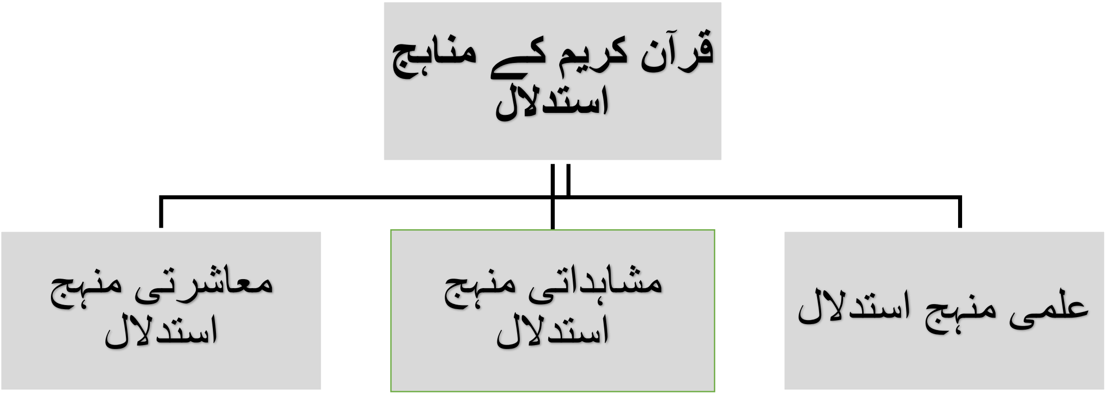

قرآن کریم کا علمی منہج استدلال:

12- مفتی شفیع، **معارف القرآن**،437:6۔

13- سورۃ البقرۃ23:2

14- عاشق الہی، محمد، **تفسیر انوار البیان**،(لاہور: ادارہ تالیفات اشرفیہ،1434ھ)،46:1۔

قرآن کریم میں علمی منہج استدلال سے مراد ایسے علمی مسلمات اور حقائق ہیں جو دونوں فریقین بخوبی جانتے ہوں اور ان مسلمات وحقائق کا فریقین نے بے شک مشاہدہ نہ کیا ہو یا ان کے مشاہدہ میں نہ ہو لیکن بطور حقائق اور مسلمات کے ان کو اس بات کا علم ہو جیسا کہ ارض وسماء کی پیدائش انسان نے مشاہدہ سے نہیں دیکھی لیکن ارض وسماء کے وجود کا علم انسان کو تواتر مسلمات وحقائق کی بنیاد پر ہے چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالی کا ارشاد مبارک ہے: "مَّا أَشْهَدتُّهُمْ خَلْقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَا خَلْقَ أَنفُسِهِمْ"[15] انسان نے ارض وسماء اور اپنی تخلیق کو نہیں دیکھا اور نہ ہی اس کا مشاہدہ کیا ہے لیکن زمین، آسمان اور اپنے وجود کو ایک مسلم حقیقت کی بنیاد پر جانتا ہے اور زمین وآسمان کا تخلیق ہونے کا اس کو علم ہے۔ اس آیت کے ماسبق آیات میں شیاطین کے احوال کو بیان کیا کہ اس نے آدم کو سجدہ کرنے کے معاملے میں ہمارے حکم سے روگردانی کی اور سرکش ٹھہرا اور یہ سرکشی اس میں اس لیے تھی کیونکہ وہ جنات کی جنس میں سے تھا اور مشرکین مکہ بھی اسی شیطان کی طرح سرکشی کرتے ہوئے بتوں کی عبادت کرتے اور اللہ تعالی پر اپنے احکامات صادر کرنے کی کوشش کرتے تھے جیسے آپ ﷺ کی مجلس میں غرباء کے آنے پر اعتراضات کرتے۔ تو اس ساری بات پر بطور دلیل اللہ تعالی نے یہ آیت ارشاد فرمائی کہ جس طرح ارض وسماء اور ان اپنی تخلیق میں میں نے ان کو شریک نہیں کیا، اور اس عدم شرکت کو یہ ایک حقیقت کے طور پر مانتے ہیں تو پھر یہ بھی مانیں کے انہوں نے اللہ تعالی کے احکامات میں سرکشی کی ہے[16]۔ لہذا اس آیت میں اللہ تعالی علمی مسلمات کو سامنے رکھ کر اس سے اپنی مدعیٰ پر استدلال کیا ہے۔

قرآن کریم کے علمی منہج استدلال میں سے ایک کسی بھی معاشرے کی عمومی مذہبی روایات اور تصورات جو اس معاشرے میں تواتر کے ساتھ موجود ہوں اور معاشرے کو اس کے وجود کا علم بھی ہو جیسے کوئی طاقت ور ایسی ذات کا تصور جس کو معاشرہ معبود ومالک مانتا ہو اور اس معبود کی طرف سے مبعوث ہونے والے انبیاء ورسل کا تصور اور آخرت کا تصور جیسے اللہ تعالی کا ارشاد مبارک ہے: "وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ"[17] اس آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام نے جب خواب کی تعبیر پوچھنے والے کو تعبیر بتائی تو ان پر یہ بات واضح کر دیا کہ مجھے اس تعبیر رؤیا کا علم اللہ تعالی نے دیا ہے جو میرا رب ہے اور میں ایسی قوم کی ملت کو چھوڑ چکا ہوں جو اللہ تعالی کی ذات پر اور آخرت پر یقین نہیں رکھتی اور میں اپنے آباءواجداد ابراھیم اسحاق اور یعقوب کی ملت کی اتباع کرتا ہو۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ اسلام نے حضرت ابراہیم کی ملت کو بطور دلیل

---

[15]- سورۃ الکھف 51:18

[16]- حقانی، ابو محمد عبد الحق، **تفسیر فتح المنان المعروف تفسیر حقانی**، (لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، 2009ء)، 139:5۔

[17]- سورۃ یوسف 38:12

کے پیش کیا جن کو حضرت یوسف کے قیدی دوست مانتے تھے لہذا حضرت یوسف نے اس معاشرے کے ایسے تصور سے استدلال کیا جس تصور پر معاشرہ یقین کرتا تھا اور اس معاشرے کو اس علم تھا۔ اسی طرح فرعون کے سامنے جب موسی علیہ السلام کی حقانیت کو پیش کرنے والی آدمی نے حضرت یوسف کی بعثت سے استدلال کیا جس کو فرعون جانتا تھا چنانچہ اس آدمی کی حکایت کو نقل کرتے ہوئے اللہ تعالی کا ارشاد مبارک ہے: "وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِن قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِّمَّا جَاءَكُم بِهِ"[18]۔

اسی طرح قرآن کریم نے عربوں کے تواتر علمی سے بھی استدلال کیا چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: "اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ"[19] اہل عرب بالعموم اور قریش بالخصوص ان تمام انبیاء کو جانتے تھے جن کا ذکر قرآن کریم نے کیا ہے اور ان انبیاء کو ایسے جانتے تھے جیسے وہ اپنی اپنی اولاد کو جانتے و پہچانتے تھے لہذا قرآن کریم نے اہل عرب اور قریش کے انبیاء سابقین سے متعلق تواتر علمی پر استدلال کیا ہے۔

قرآن کریم کے علمی منہج استدلال میں سے ایک اہل کتاب کی معلومات اور ان کو بذریعہ کتاب عطا کردہ علم سے استدلال کرنا ہے اللہ تعالی کا ارشاد مبارک ہے: "وَمَنْ یَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ-وَ لَقَدِ اصْطَفَیْنٰهُ فِی الدُّنْیَاۚ-وَ اِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ* اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْۙ-قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ* وَوَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِیْهِ وَ یَعْقُوْبُ-یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ" یہ سورۃ البقرۃ کی آیات ہیں جس میں اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کے دور میں موجود اہل کتاب سے براہ راست گفتگو کی ہے اور اہل کتاب ملت ابراہیم سے بخوبی واقف تھے جس کی بیشتر تفصیلات وہ اپنی کتاب میں پاتے تھے اور یہ تفصیلات ان میں بطور علم کے متواتر چل رہی تھی چنانچہ اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کے بطور نبی مبعوث ہونے پر اہل کتاب کے اس علم سے استدلال کیا ہے کہ اہل کتاب اپنی کتابوں میں آخری نبی سے متعلق بے شمار معلومات پاتے ہیں اور اپنی کتاب کے اس حصہ کو تواتر کے ساتھ جانتے ہیں اور اللہ تعالی نے کئی آیات میں اہل کتاب کے اس علم کا ذکر کیا ہے اور کہا کہ اپنی کتاب لا کر دیکھ لو، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:

"كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ"۔[20]

---

[18]-سورۃ غافر 34:40

[19]-سورۃ البقرۃ 146:2

[20]-سورۃ آل عمران 93:3

قرآن کریم کامشاہداتی منہج استدلال:

قرآن کریم کا ایک منہج استدلال مشاہداتی بھی ہے جس میں قرآن کریم علمی یا عقلی دلیل پیش کرنے کی بجائے اس جہان کی تخلیق اور جہان میں موجود مختلف اشیاء کے مشاہدہ سے استدلال کر کے اپنی دعوی پر دلیل پیش کرتا ہے ان مشاہدات میں سے ایک رات اور دن کی تبدیلی کا مشاہدہ ہے چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد مبارک ہے:"اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ"[21]اس آیت میں اللہ تعالی نے رات اور دن کے اختلاف سے استدلال کیا ہے جس کا مشاہدہ ہر انسان روزانہ کی بنیاد پر کرتا ہے اور رات ودن کے اختلاف کے مشاہدہ کو بنیاد بنا کر اللہ تعالی اپنی توحید پر اور اپنے خالق کائنات ہونے پر دلیل قائم کی ہے۔

اسی طرح ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کے سامنے ایمان باللہ پر استدلال کائنات کی اس تبدیلی سے کیا جو عمومی مشاہدہ میں تھی چنانچہ اللہ تعالی نے ابراہیم علیہ السلام کی حکایت کو نقل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:"أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ قَالَ إِبْرَاهِيمُ فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ"[22]ابراہیم علیہ السلام نے جب نمرود کے سامنے اللہ تعالی کی ذات مبارک کے وجود پر استدلال کرتے ہوئے کہا کہ میرا رب وہ ہے جو زندگی اور موت دیتا ہے تو نمرود نے ابراہیم علیہ السلام کی اس دلیل کو ظاہری اسباب کی بنیاد پر رد کرنا چاہا اور کہا:" أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ "تو اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے بجائے زندگی اور موت دینے کی تفصیل اور حقیقت کو واضح کرنے کی بجائے کائنات کے عمومی مشاہدہ سے استدلال کیا اور کہا" فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ "جب نمرود نے یہ سنا تو اس کے پاس کوئی جواب نہ رہا۔[23]

مشاہداتی استدلالات میں سے ایک تخلیق انسان اور اس کے وجود میں تبدیلی کا مشاہدہ بھی ہے چنانچہ اللہ تعالی نے سورۃ الروم میں مشرکین مکہ کے انکار قیامت پر دلائل قائم کر کے انسان کی تخلیق سے وقوع قیامت پر استدلال کیا چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد مبارک ہے:"يَعۡلَمُونَ ظَٰهِرٗا مِّنَ ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا وَهُمۡ عَنِ ٱلۡأٓخِرَةِ هُمۡ غَٰفِلُونَ ٧ أَوَ لَمۡ يَتَفَكَّرُواْ فِيٓ أَنفُسِهِمۗ مَّا خَلَقَ ٱللَّهُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ وَمَا بَيۡنَهُمَآ إِلَّا بِٱلۡحَقِّ وَأَجَلٖ مُّسَمّٗىۗ وَإِنَّ كَثِيرٗا مِّنَ ٱلنَّاسِ بِلِقَآيِٕ رَبِّهِمۡ

---

[21]-سورۃ آل عمران 190:3

[22]-سورۃ البقرۃ 258:2

[23]-سید قطب شہید، **فی ظلال القرآن**،(لاہور: ادارہ منشورات اسلامی، 2009ء)، 446:1۔

لَكَٰفِرُونَ"[24] ان آیات میں اللہ تعالی نے انسان کو اُس کے اپنے وجود پر غور وفکر کرنے کی دعوت دی اور انسان ہر لمحے اپنے نفس کا مشاہدہ کرتا رہتا ہے اور مشاہدہ سے یہ بات بھی جانتا ہے کہ پہلے ایک شخص کا وجود نہیں ہوتا پھر وہ اس دنیا میں آجاتا ہے اور اپنے سے پہلے انسانوں کا دنیا سے چلے جانے کا بھی یہی انسان مشاہدہ کرتا رہتا ہے، اسی لیے اللہ تعالی نے اپنی قدرت اور وقوع قیامت پر انسان کے اپنے وجود کے مشاہدہ سے استدلال کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: " أَوَ لَمۡ يَسِيرُواْ فِي ٱلۡأَرۡضِ فَيَنظُرُواْ كَيۡفَ كَانَ عَٰقِبَةُ ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِهِمۡۚ كَانُوٓاْ أَشَدَّ مِنۡهُمۡ قُوَّةٗ وَأَثَارُواْ ٱلۡأَرۡضَ وَعَمَرُوهَآ أَكۡثَرَ مِمَّا عَمَرُوهَا وَجَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُم بِٱلۡبَيِّنَٰتِۖ فَمَا كَانَ ٱللَّهُ لِيَظۡلِمَهُمۡ وَلَٰكِن كَانُوٓاْ أَنفُسَهُمۡ يَظۡلِمُونَ * ثُمَّ كَانَ عَٰقِبَةَ ٱلَّذِينَ أَسَٰٓـُٔواْ ٱلسُّوٓأَىٰٓ أَن كَذَّبُواْ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ وَكَانُواْ بِهَا يَسۡتَهۡزِءُونَ *ٱللَّهُ يَبۡدَؤُاْ ٱلۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيدُهُۥ ثُمَّ إِلَيۡهِ تُرۡجَعُونَ"[25]

مشاہدہ وتجربہ ایک ایسی دلیل ہے جو سب سے زیادہ قابل اعتماد ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالی سے مشاہدہ کے ذریعے وقوع قیامت کے بعد انسانوں کی دوبارہ تخلیق کو جاننے کا سوال کیا، کیونکہ ابراہیم علیہ السلام اس پر بذریعہ علم یقین تو رکھتے تھے لیکن مشاہدہ وتجربہ کے ذریعے اپنے دل کو مطمئن کرنا چاہتے تھے چانچہ امام طبری فرماتے ہیں:

> "فأراه الله ذلك مثلا بما أخبر أنه أمره به"(اللہ تعالی نے ابراہیم علیہ السلام کو جس چیز کی خبر دی تھی اس کو مثال کے ذریعے دکھلا کر بتادیا کہ وہ قیامت کے دن ایسے کریں گے)،

اللہ تعالی نے ابراہیم علیہ السلام کی اس حکایت کو نقل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیۡ كَيۡفَ تُحۡیِ الۡمَوۡتٰی ؕ قَالَ اَوَلَمۡ تُؤۡمِنۡ ؕ قَالَ بَلٰی وَلٰـكِنۡ لِّيَطۡمَئِنَّ قَلۡبِىۡ"[26] اور اس آیت کی تفسیر میں مشاہدہ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے امام طبری لکھتے ہیں: "ليس الخبر كالمعاينة "کہ مشاہدہ سے حاصل ہونے والے علم خبر سے حاصل ہونے علم سے بھی زیادہ ہے[27]۔

علامہ غلام رسول سعیدی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

> "اور اس آیت میں حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو حیات بعد الموت کے مشاہدہ کرانے کا ذکر ہے، حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے جو یہ سوال کیا تھا کہ انہیں دکھایا جائے اللہ مردوں کو کیسے زندہ کرے گا

---

[24]- سورة الروم30:7-8

[25]- سورة الروم30:9-11

[26]- سورة البقرة2:260

[27]- طبری، ابو محمد ابن جریر، **جامع البیان فی تاویل آی القرآن**، (بیروت: مؤسسة الرسالة، 1994ء)، 1:265۔

، اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو اس میں شک تھا یا اللہ کی قدرت میں شک تھا وہ دوبارہ زندہ کرنے کی کیفیت کا مشاہدہ کرنا چاہتے تھے"۔[28]

قرآن کریم کا معاشرتی مسائل سے استدلال کا منہج:

قرآن کریم کے مناہج استدلال میں سے ایک معاشرتی مسائل سے دلیل پیش کرنا ہے۔ دین اسلام سماجی مسائل کے حل اور اخلاقیات کی بنیاد فطرت اور ایمان پر رکھتا ہے جب کہ مسلمانوں کے علاوہ دیگر معاشرے اپنے سماجی مسائل کو خود ساختہ نظام اور قوانین کی بنیاد پر حل کرنا چاہتے ہیں چونکہ وہ نظام اور قوانین حقیقت، فطرت اور ایمانیات پر مبنی نہیں ہوتے بلکہ اپنے مفادات کے حصول کے لیے ان قوانین کو وضع کیا جاتا ہے جس کی بنیاد ظلم اور مفاد پرستی پر ہوتی ہے اس وجہ سے ان میں دوام نہیں ہوتا اور کچھ عرصہ کے بعد ان میں مسائل پیش آنا شروع ہو جاتے ہیں چنانچہ ایمانیات اور فطرت کے خلاف اور مفاد پرستی پر قائم کردہ نظام و قوانین کی حقیقت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:"اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِى السَّمَآءِ* تُؤْتِىٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ* وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ* يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِى الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ"۔[29]

سماجی مسائل میں سے ایک "نظام ظلم" کا وجود ہے، ظلم کا نظام اگر دائمی ہو تو انسانیت کبھی بھی ہدایت اور سکھ کا سکون نہیں پا سکتی اور انسان کے سماجی اور نظریاتی مسائل حل نہیں ہوتے چنانچہ انسانیت کے اس سماجی مسئلہ کے حل کے لیے اور ظلم کے نظام سے چھٹکارے لیے اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:"وَلَوۡلَا دَفۡعُ ٱللَّهِ ٱلنَّاسَ بَعۡضَهُم بِبَعۡضٍ لَّهُدِّمَتۡ صَوَٰمِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَٰتٌ وَمَسَٰجِدُ يُذۡكَرُ فِيهَا ٱسۡمُ ٱللَّهِ كَثِيرًاۗ وَلَيَنصُرَنَّ ٱللَّهُ مَن يَنصُرُهُۥٓۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ"[30]

علامہ مودودی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

> "یہ اللہ کا بڑا فضل ہے کہ اس نے کسی ایک گروہ یا قوم کو دائمی اقتدار کا پٹا لکھ کر نہیں دے دیا بلکہ وہ وقتاً فوقتاً دنیا میں ایک گروہ کو دوسرے گروہ کے ذریعے سے دفع کرتا رہتا ہے ورنہ اگر ایک ہی گروہ کو کہیں پٹا مل گیا ہوتا تو قلعے، قصر، ایوان سیاست اور صنعت و تجارت کے مراکز ہی نہ صرف تباہ کر دیے جاتے

---

[28]-سعیدی، غلام رسول، **تبیان القرآن**، (لاہور: فرید بک سٹال، 2005ء)، 1:321۔

[29]-سورۃ ابراھیم 14:24-27

[30]-سورۃ الحج 22:40

بلکہ عبادت گاہیں تک دست درازیوں سے نہ بچتیں"[31] اسی طرح مودودی صاحب اللہ تعالی کے اس ارشاد:"" کی تفسیر میں لکھتے ہیں:"اللہ تعالی نے زمین کا انتظام بر قرار رکھنے کے لیے یہ ضابطہ بنا رکھا ہے کہ وہ انسانوں کے مختلف گروہوں کو ایک خاص حد تک تو زمین میں غلبہ وطاقت حاصل کرنے دیتا ہے مگر جب کوئی گروہ حد سے بڑھنے لگتا ہے تو کسی دوسرے گروہ کے ذریعے وہ اس کا زور توڑ دیتا ہے اگر کہیں ایسا ہوتا کہ ایک قوم اور ایک پارٹی ہی کا اقتدار زمین میں ہمیشہ قائم رکھا جاتا اور اس کی قہرمانی لازوال ہوتی تو یقیناً ملک خدا میں فساد عظیم پاتا"[32]۔

چنانچہ مندرجہ بالا آیات میں اللہ تعالی نے اپنے وجود اور اپنی قدرت کاملہ پر استدلال کرنے لیے سماجی مسائل اور اس کے طریقۂ حل کو پیش کیا۔

سماجی مسائل میں سے ایک مسئلہ "شدت پسندی" کا ہے شدت پسندی کے مختلف پہلو ہیں ان میں سے ایک انسانوں کے بنائے ہوئے نظام کی بالا دستی میں شدت پسندی ہے کہ انسان اپنی حاکمیت قائم کرنے لیے ایک نظام بنائے اور خود کو حاکم سمجھنے لگے اور اس نظریہ میں شدت اختیار کرلے اور کسی بھی دوسرے کی حاکمیت کو تسلیم کرنے سے انکار کردے۔یہی مسئلہ موسی علیہ السلام کے زمانے میں فرعون کا تھا کہ اُس نے اپنی حاکمیت قائم کرنے لیے خود ساختہ نظام وضع کیا ہوا تھا اور وہ کسی بھی دوسرے کی حاکمیت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھا چنانچہ اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام کے دور اس سماجی مسئلہ کو نقل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:"قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ إِلَٰهًا غَيْرِي لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُونِينَ"[33]،(فرعون نے کہا:تم نے میرے سوا کسی اور معبود مانا تو تجھے بھی اُن لوگوں میں شامل کردوں گا جو قید خانوں میں پڑے ہیں) اس آیت میں اللہ تعالی نے فرعون کی بات کو نقل کیا،فرعون کے سامنے جب موسی علیہ السلام نے اللہ تعالی کی حاکمیت کا اعلان کیا تو فرعون کے لیے یہ بات ناقابل تسلیم تھی کیونکہ فرعون نے اپنا اہل مصر کو اپنے ماتحت رکھنے کے لیے ایک نظام وضع کیا تھا اور وہ اپنے آپ کو اپنی قوم کا حاکم مانتا تھا اور بعینہ یہی کام مشرکین مکہ نے اپنی حاکمیت کو قائم کرنے لیے کیا ہوا تھا،مولانا مودودی صاحب تفہیم القرآن میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[31]-مودودی، **تفہیم القرآن**،233:3۔

[32]-حوالہ سابقہ،191:1-192

[33]-سورۃ الشعراء29:26

"آج کی طرح زمانے قدیم میں بھی معبود کا تصور صرف مذہبی معنوں تک محدود تھا۔۔۔ لیکن کسی معبود کی یہ حیثیت کہ وہ قانونی اور سیاسی معنوں میں بھی بالا دست ہے۔۔۔ اور انسانوں کا یہ فرض کہ اس کے امر و نہی کو قانون برتر مان کر اس کے آگے جھک جائیں یہ چیز زمین کے مجازی فرمانرواؤں نے نہ پہلے کبھی مانی تھی نہ آج وہ اسے ماننے کے لیے تیار ہیں وہ ہمیشہ سے یہی کہتے چلے آئے ہیں کہ دنیا کے معاملات میں ہم مختار مطلق ہیں کسی معبود کو ہماری سیاست اور ہمارے قانون میں دخل دینے کا حق نہیں ہے دینی حکومتوں اور بادشاہوں سے انبیاء علیہم السلام اور ان کی پیروی کرنے والے مصلحین کے تصادم کی اصل وجہ یہی رہی ہے انہوں نے ان سے خداوند عالم کی حاکمیت و بالادستی تسلیم کرانے کی کوشش کی ہے اور یہ اس کے جواب میں نہ صرف یہ کہ اپنی حاکمیت مطلقہ کا دعوی پیش کرتے رہے ہیں بلکہ انہوں نے ہر اس شخص کو مجرم اور باغی ٹھہرایا ہے جو ان کے سوا کسی اور کو قانون وسیاست کے میدان میں معبود مانے اس تشریح سے فرعون کی اس گفتگو کا صحیح مفہوم اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے"[34]۔

چنانچہ ان آیات میں اللہ تعالی نے مشرکین مکہ کی شدت پسندی کے سماجی نظریے کو رد کرنے لیے موسی علیہ السلام کی قوم کے سماجی مسئلہ کو بطور دلیل کے پیش کیا اور مشرکین مکہ کا خود کو بالاتر ماننا، اس مسئلہ میں شدت اختیار کرنا اور خود ساختہ نظریات کے خلاف ہر نظریے کا شدت سے انکار کرنا ان تمام نظریات کو اللہ تعالی نے رد کیا۔

خلاصہ و نتائج:

- قرآن کریم میں اللہ تعالی دعوی کے استدلال کے لیے مختلف مناہج اختیار کیے ہیں لہذا قرآنی آیات کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ استدلال کے اس منہج کو اچھی طرح سمجھا جائے۔
- قرآن کریم کے مناہج استدلال سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انسان اپنی معاشرتی زندگی میں کبھی بھی اپنے مدعیٰ کو بغیر دلیل کے پیش نہیں کرنا چاہیے۔
- قرآن کریم نے اپنے مدعی کو پیش کرنے کے لیے عام طرز تخاطب اختیار کیا چنانچہ قرآن کریم میں انذار، تبشیر، تمثیل، تفصیل، اختصار، وضاحت اور کنایہ جیسے مناہج اور اسالیب پائے جاتے ہیں۔
- دلیل مضبوط سے مضبوط تر ہونی چاہیے، لہذا اگر کسی مسئلہ میں ایک سے زائد دلائل موجود ہوں تو ان دلائل میں جو سب سے زیادہ مضبوط دلیل ہو اس کو پیش کرنا چاہیے۔

[34]- مودودی، **تفہیم القرآن**،3:486-487

- دلیل کا عام فہم ہونا ضروری ہے، کیونکہ اگر دلیل پیچیدہ ہوگی تو دلیل کے عدم تفہیم کی وجہ سے مدعیٰ کا اثبات نہیں ہو سکے گا۔
- اگر ایک سے زائد دلائل ہوں تو ان دلائل میں تنوع کا ہونا ضروری ہے، کیونکہ سامع ایک طرح کے دلائل سے اُکتا جاتا ہے، اور دلائل کا محدود ہونا مدعیٰ کو کمزور کر دیتا ہے۔
- دلیل میں دوام اور اثبات ہونا چاہیے عارضی دلیل پر مدعیٰ کا انحصار نہیں ہونا چاہے کیونکہ عارضی دلیل ایک وقت کے بعد ختم ہو جاتی ہے اور دلیل کا معدوم ہونا مدعیٰ کو معدوم کر دیتا ہے۔
- قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے علمی، معاشرتی اور مشاہداتی و تجرباتی دلائل پیش کیے ہیں اس لیے اسکالرز کو چاہیے کہ معاصر اسلامی تحقیقات میں دلائل کے اس تنوع کو سامنے رکھیں اور مسئلہ کی تحقیق میں دلیل کی کسی ایک نوع پر انحصار نہ کریں۔
- اس موضوع پر ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر مزید تحقیق کرنے کی ضرورت ہے، اور قرآن کریم کے ہر ایک منہج (علمی، معاشرتی، مشاہداتی اور تجرباتی) پر باقاعدہ قرآن آیات کی مثالوں کے ساتھ پیش کرنے کی ضرورت ہے۔